دے کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف ایک شرط کے ساتھ کہ اسلام کی نمائندگی کرنے والے حضرات معذرتوں اور جارحیت دونوں سے بچتے ہوئے اسلامی تاریخی روایات اور قرآن وسنت پر مبنی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہوئے اس مکالمے میں برابر کے شریک ہوں اور محض ناظرین اور سامعین کا کردار ادا نہ کریں۔

عالمی طور پر مستقبل کا سیاسی نقشہ اسی وقت مستحکم ہو سکتا ہے جب انسانی حقوق کے دعوؤں کے ساتھ ان پر تھوڑا بہت عمل بھی کر لیا جائے اور اسلام اور مسلمانوں کو لاتعلقی اور دشمنی کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ تعصب مذہبی ہو، سیاسی ہو یا ثقافتی انسان کی عقل کو فیصلہ کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے اور انسان ایسے اقدامات کر بیٹھتا ہے جو کسی بھی اخلاقی پیمانہ سے درست قرار نہیں دیے جا سکتے۔ افغانستان پر امریکی جارحیت اور یورپ کی بعض اقوام کی طرف سے اس ظلم کی حمایت یا اس پر خاموشی، فلسطین اور کشمیر میں حقوق انسانی کی پامالی پر نہ صرف خاموشی بلکہ ظلم اور انسان کشی کی حمایت اور اسلامی جمہوری تحریکات کے خلاف آمرانہ قوتوں کی پشت پناہی، گویا ہر سیاہ عمل ایسے افراد کو نیکی کا ایک باب نظر آتا ہے۔

مغرب اور اسلام کا بے لاگ اور غیر متعصب مکالمہ ہی مستقبل کے سیاسی استحکام کے امکانات کو روشن بنا سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس حوالہ سے تمام stake holders اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مکالمہ اور تفہیمی ذرائع کے استعمال میں تاخیر سے کام نہیں لیں گے۔

اسلام اور جمہوریت پر یہ خصوصی شمارہ گو ایسے موقع پر طبع ہو رہا ہے جب وطن عزیز میں فرد واحد کی تجویز کردہ دستوری تبدیلیوں کے زیر سایہ ملک گیر انتخابات کے ذریعہ فوج کو دستوری تحفظات کے ساتھ سیاسی معاملات میں فیصلہ کن مقام دلانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اس موقع پر بعض ایسے بنیادی سوالات (مثلاً پاکستان میں سیکولر نظام وغیرہ) دوبارہ اٹھائے جا رہے ہیں جن کا تصفیہ پاکستانی قوم اس ملک کے قیام سے قبل اور بعد میں بارہا کر چکی ہے اور جسے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے پُرعزم اور دوٹوک انداز میں واضح کر دیا تھا۔ قائداعظم اور قوم کی جدوجہد اگر اسی لیے تھی کہ برطانوی سیکولر نظام سے نکل کر مغربی سیکولر نظام کو نافذ کر دیا جائے تو اس سے بڑھ کر سادہ لوحی ہمارے خیال میں ممکن نہیں۔ پاکستان کے حوالے سے سیکولرزم کی بات کرنا دستور پاکستان اور قوم کے متفقہ فیصلہ کا مذاق اڑانے بلکہ

قائداعظم کے خلاف بغاوت کرنے کے مترادف ہے۔اس حوالے سے مغرب کی فکر کیا ہے؟ وہ اسلام کے نظام سیاست میں کیا خامیاں محسوس کرتا ہے؟ اور کیا مغرب کے خیال میں ہم مغربی جمہوریت کے ساتھ نبھاؤ کر سکتے ہیں؟ یہ اور اس سے متعلقہ بعض بنیادی سوالات کو سمجھنے کے لیے ہم نے مغربی مفکرین کے نمائندہ تصورات کا ایک انتخاب اس شمارے میں کیا ہے۔اس شمارے میں ہم نے ایک ہی مصنف کے دو مضامین شامل کیے ہیں جس کا سبب دونوں مضامین کا باہمی ربط اور موضوع کے مختلف پہلوؤں پر مغرب کی نمائندہ فکر سے واقفیت ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ خود مغربی مفکرین میں پائے جانے والے مختلف رجحانات کی نمائندگی بھی ہو جائے اور اسلامی نقطہ نظر سے ان شبہات کا ازالہ بھی پروفیسر خورشید احمد کے مضمون سے کر دیا جائے۔